سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا مؤثر لائحہ عمل



شمارہ نمبر 15 | شعبان المعظم | 1436ھ 2015ء

سراج الامت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ



یک زمانہ صحبت با اولیا





کلام مرشد کریم



سلطان نیری حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

کی تعلیمی و تبلیغی مساعی

تصرف اولیاء

اطمینانِ قلب

ارمغانِ عقیدت

مذہبی خطباء



اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب

سُن لو اللہ کے ذِکر سے ہی دِلوں کو اطمینان مِلتا ہے



آفتابِ علم و حکمت سراج الاولیاء مرشدِ کریم واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب

مرکزی جامع مسجد محی الدین

سدھار جھنگ روڈ فیصل آباد میں

ہر جمعۃ المبارک کو

محفلِ ذکر

محمد عدیل یوسف صدیقی

پروگرام ان شاء اللہ تعالیٰ

- آغازِ تقریر 12:15 بجے
- نمازِ جمعۃ المبارک ٹھیک 1 بجے
- بعد نمازِ جمعہ ختمِ خواجگان
- حلقہ ذِکر ۔ صلوٰۃ و سلام
- دُعا ۔ لنگرِ صدیقیہ

خواتین کیلئے باپردہ انتظام ہے

الداعی الی الخیر

خدام محی الدین ٹرسٹ اِنٹرنیشنل فیصل آباد

0512-9658338 , 0300-9654811
0345-7796179 0323-6623094

سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا موثر لائحہ عمل

نقیب صبح سعادت

مجلہ ماہنامہ محی الدین فیصل آباد

فیضان صدیقی جاری رہے گا

بفیضان نظر سلطان زمان حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی

زیر ظل عاطفت

آفتاب علم و حکمت واقف رموز حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب

زیب سجادہ آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

شمارہ نمبر 14- شعبان المعظم 1436ھ 2015ء

زیر سرپرستی

صاحبزادہ سلطان العارفین صدیقی صاحب

صاحبزادہ پیر نور العارفین صدیقی صاحب

صاحبزادہ پیر زاہد قاسم صدیقی صاحب

مدیر اعلیٰ

حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی

مدیر معاون

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ صدیقی

مدیر

محمد دانش صدیقی ایڈووکیٹ



اس شمارے میں

کمپوزنگ: محمد عثمان قادری 0322-6092660

رابطہ آفس

فاروق آرٹس

سیکنڈ فلور، وکیلاں والی گلی نمبر 4-5 کچہری بازار فیصل آباد

رابطہ نمبرز
041-2636130
0321-7611417

ناشر

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

جامع مسجد محی الدین

سدھار (سبزی منڈی) جھنگ روڈ فیصل آباد

اداریہ

یک زمانہ صحبت با اولیاء

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رحیم وکریم ہم سب کو محبت رسول ﷺ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین

ماہِ شعبان المعظم کا ''مجلہ محی الدین'' آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ پوری توجہ لگن اور عقیدت والفت سے اس کا مطالعہ فرماتے ہیں۔ مجھے اس بات کا اندازہ اُس وقت ہوتا ہے۔ جب آپ کو مجلہ دیر سے یا نہ ملنے کی صورت میں مجھے بہت سی فون کالز موصول ہوتی ہیں۔

جی ہاں! یہ علم کی جستجو مجھے اور آپ کو منزل محبوب تک پہنچانے میں معاون ہوگی۔

مورخہ 07-06 جون بروز ہفتہ اتوار دربار فیضبار نیریاں شریف آزاد کشمیر میں غوث زماں خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک انعقاد پذیر ہو رہا ہے۔ دنیا بھر سے علماء کرام، مشائخ کرام اور عاشقانِ رسول ﷺ شریکِ بزم محبت ہوتے ہیں۔

عرس مبارک کی تقریب سعید میں حاضر ہونے والا

جہاں درسِ قرآن وحدیث اور ذکر الٰہی کی پُر نور محفلوں سے منور ہوتا ہے۔

جہاں پچھلے گناہوں سے توبہ، اور آئندہ زندگی اطاعتِ رسول ﷺ گزارنے کے جذبات نصیب ہوتے ہیں۔

جہاں درسِ اخلاقیات سے روشنی حاصل کر کے ایک اچھے مسلمان کی طرح زندگی گزارنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ وہاں ایک اہم نکتہ اور بھی ہے۔ وہ جنابِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی ۔۔۔ چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:۔ اولیاء کرام کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا سو سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے۔ جس میں ریا کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو۔ اگر تم سنگِ مرمر کی طرح سخت پتھر ہو۔ تو صاحب دل تک پہنچنے کے بعد

قیمتی موتی بن جاؤ گے۔

دوسرے مقام پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اپنے شیخ کے وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ اس کی اطاعت سے کبھی پہلو تہی نہ کرو۔ کیونکہ شیخ کانٹے کو باغ بنا سکتا ہے۔ اور ہر اندھے کی آنکھ کو روشن کر سکتا ہے۔ اس کا سایہ کوہ قاف کی طرح زمین پر ہمہ گیر رہتا ہے۔ اس کی روح نہایت بلند پرواز پرندہ ہے۔

دوستو! ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "تم مومن کو ہی اپنا ساتھی بناؤ" ایک صاحب نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ ہم نشیں کیسے ہونے چاہییں۔ اور کن لوگوں کی قربت اختیار کریں۔

حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ جن کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ اور جن کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلائے۔

آیئے! اللہ کے مقبول بندوں کی صحبت میں زندگی گزارتے ہیں۔ جو دونوں جہاں کی سعادت کا سبب ہے۔

محمد عدیل یوسف صدیقی

مدیر اعلیٰ (مجلہ محی الدین)

در محبوب نہیں ملتا محبت کے بغیر
محبت بھی نہیں ملتی عنایت کے بغیر

لاریب یہی عشق ہے راہبر اپنا
جیتا نہیں دیوانہ معیت کے بغیر

عشاق کبھی شرک گوارہ نہیں کرتے
یہ کیف کسی کو نہیں ملتا وحدت کے بغیر

ہو رسائی تیرے در تک یہی معراج اپنی
کب ملتا ہے جلوہ جاناں سعادت کے بغیر

رہِ محبوب میں دیدہ دل کی طہارت لازم
تابانی عشق میسر نہیں لطافت کے بغیر

گرمئی عشق سے جل جاتے ہیں حائل پردے
میسر نہیں قرب کسی کو تمازت کے بغیر

اک دریوزہ گر عاشق کی صدا گونجی ہے
جاؤں گا نہ در سے کبھی رویت کے بغیر

توڑ کے پلکوں کی یہ دیوار نکل آئے آنسو
یوں سیل رواں نہیں ہوتا جراحت کے بغیر

صدیقی سنبھل کر قدم رکھنا کوئے جاناں میں
کارواں ڈوبے یہاں اُن کی ہدایت کے بغیر

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب (صدر مرکز تحقیق فیصل آباد)

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اضافی بستی مہلن کے ایک معروف زمیندار ملک محمد اکبر خاں رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں 1902ء کو پیدا ہوئے۔ خاندان اپنے گردونواح میں برتری کی شناخت رکھتا تھا۔ کہ زرعی دولت سے مالا مال تھا۔ زمین کا اندازہ اس بیان سے ہوتا ہے۔

''غزنی وگردیز میں کھیتی باڑی کا اس قدر وسیع رقبہ تھا کہ اگر ایک گھڑ سوار علی الصبح نکلتا تو دوپہر تک بمشکل ہی ساری زمین کا چکر لگا سکتا تھا''۔

جائیداد کی یہ وسعت معاشرتی امتیاز کا ذریعہ تھی مگر قدرت کو تو اس خاندان کی بے پایاں وسعت کا اظہار کرنا تھا۔ وہ کہ اس کو غزنی وگردیز کے جغرافیہ کی حدود سے نکال کر برصغیر بلکہ بیرون برصغیر میں نشر حسنات کا ذریعہ بنانا تھا۔ خواجہ غزنوی ایک تاجر کے روپ میں غزنی سے نکلے تھے اور پنجاب کی سطح مرتفع تک ایک نیک نام تاجر کی حیثیت سے معروف ہو گئے تھے۔ بظاہر یہ تجارتی تگ ودو تھی مگر قدرت نے ایک اور ہی تجارت کا سامان کر دیا تھا۔ راہِ حق کا یہ مسافر ایسی تجارت کی ابتداء کرنے والا تھا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے۔

کہ یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کسی حال میں بھی خسارہ والی نہیں ہے۔

اس تجارت کا مرکز کہاں تھا ابھی مخفی تھا۔ تجارتی سفر جاری تھا کہ ایک قافلے سے ملاقات ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ راہروان شوق ہیں۔ اور ایک صاحب سلوک بزرگ کی حاضری کیلئے جا رہے ہیں۔ فوری تیاری کا امکان نہ تھا اس لئے کچھ رقم قافلہ والوں کے سپرد کر دی گئی۔ کہ نذرانہ ہو جائے۔ وہ لوگ موہڑہ شریف کے مرکز خیبر کا ارادہ باندھے ہوئے تھے۔ حاضر دربار ہوئے اپنے نذرانوں کے ساتھ ایک غیر حاضر عقیدت مند کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ باخبر مرشد نے جو لیا کہا کہ واپس جا کر اس عقیدت مند جوان کو کہہ دینا کہ بابا جی سرکار فرماتے ہیں۔

"بیٹا مجھے تیرے نذرانے کی ضرورت نہیں بلکہ تیری ضرورت ہے"۔

یہ پیغام دعوت تھا جسے ہمہ تجسس وجود نے یوں قبول کیا کہ حاضر دربار ہو گئے۔ شرف ملاقات بھی حاصل ہوا بیعت ارادت سے بھی نوازے گئے۔ پھر کیا تھا۔ منزل مرادل گئی تھی۔ اب سفر خیر اپنی منزل کو پا گیا تھا۔ پس غزنوی طالع آزما موہڑہ شریف کے فیضان سے یوں سیراب ہوا کہ تجارتی تب وتاب یک گیر و محکم گیر کی اسیر ہو گئی۔ وابستگی کا یہ عالم رہا کہ ہمہ وقت حاضری کو شب و روز کا وظیفہ بنا لیا۔ بارہ سال یونہی گزر گئے کہ متلاشی حق تھا اور جام ظہور تھا۔ یوں سیرابی ہوئی کہ مرشد کریم کی عطاؤں کا مرکز قرار پائے۔ خلافت عطا ہوئی اور تبلیغ حق وصداقت کا اہل قرار دے دیا گیا۔ سوچا گیا کہ اس مردحق آگاہ کے لئے کونسی زمین سازگار رہے گی۔ یہ فیصلہ بھی مرکز عقیدت سے ہی نافذ ہوا۔ بابا جی محمد قاسم موہڑی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاجزادے کو حکم دیا کہ اس سالک قافلے رواں ہوں گے۔ پیر زاہد خان رحمۃ اللہ علیہ اس غزنوی تڑپ کے حامل جوان کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ کشمیر کی پہاڑیوں میں ایک چھوٹی سی بستی ڈنا پوتھی امیر خاں کی قسمت جاگ اُٹھی کہ پیر خاں رحمۃ اللہ علیہ خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک چوٹی پر آ کر ٹھہر گئے۔ خودرو بے ترتیب جھاڑیاں تھیں۔ جنہیں کاٹ دیا گیا اور یہ قطعہ زمین آنے والی نسلوں کے لئے مرکز ہدایت بنا، تنہائی بھی تھی اور وسائل کی کمی بھی مگر مرشد کریم کے فرمان پر یقین محکم تھا۔ یہ بے آباد چوٹی جاذب نظر بنی اور متلاشیاں ہدایت کے قافلے ادھر کا رخ کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ منتخب قطعہ ارض مرکز عقیدت و محبت بنا۔ حالات سازگار تھے۔ مخالفت کے طوفان بھی اٹھے صدر کشمیر کو ان نو وارد، مہمان کے خلاف شکایات بھی ملیں، مگر خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پائے ثبات میں لرزش نہ آئی اور آپ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما کے مصداق ہوئے اور اس جھاڑیوں کے مسکن کو نیریاں شریف کے احترام میں ڈھالنے کا ذریعہ بنے۔ نیریاں شریف کی شہرت قرب و جوار میں ہی نہیں دُور و بعید میں بھی پہنچی اور سالکین راہ طریقت کے گروہ اس جانب رخ کرنے لگے۔ چند سال ہی گزرے تھے کہ یہ نوآباد بستی بڑے

بڑے آستانوں کا سا وقار پانے لگی۔

خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے اس لئے انہوں نے مجددی رنگ کی نمود کی۔ شریعت کی بالادستی اس درگاہ کا طرہ امتیاز رہا۔ یہ آستانہ علم کی ترویج کے لئے بھی دیگر آستانوں کے لئے نمونہ عمل بنا۔ ہر لحہ اشاعتِ علم کے ساتھ نشر حسنات کا اہتمام ہوتا رہا اور یہ تلاش علم جلد ہی ایک جامعہ کی صورت لے گئی۔ یہ آستانوں اور مسندوں کے لیے ایک پیغام بھی ہے۔ اور رُرخ مستقیم کی نشاندہی بھی ہے۔ کاش ہر آستانہ، علم کا مرکز بنے۔ اس سے امت مسلمہ کا مستقبل بھی محفوظ ہوگا اور تبلیغ اسلام کی صورت گری بھی ہوگی۔ خواجہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ اب بھی محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی مدظلہ کی متحرک ذات اور ہمہ خیر و جود شرق و غرب میں حسنات کا پیغام دے رہا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ آستانہ حبیب کریم ﷺ کی امت کے لئے وسیلہ ظفر بنا رہے۔ آمین

حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علی کچھ عرصہ علالت کے بعد 11 اپریل 1975ء بروز جمعۃ المبارک اپنے خالق حقیقی کی رحمت کے سایوں میں چلے گئے۔ درد و غم کا ایک ہنگام بپا ہوا۔ دور دور سے عقیدت مند آخری دیدار کے لئے حاضر ہوئے۔ مرشد کریم کے سجادہ نشین پیر زاہد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ آفتاب علم و حکمت نیریاں شریف میں ایک نقشبندی مرکز ہدایت کا بانی بنا بن کر محو خواب ہوا۔

اطمینانِ قلب

مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات "مفتاح الکنز" سے انتخاب

بندے کیلئے سجدہ گزاری بہت ضروری ہے۔ سر کیفیت کو سلامت رکھنے کے لئے ذکر جاری رکھیں۔ اور جب پریشانی غالب ہو تو اس کا علاج صرف اللہ کے ذکر سے کریں۔ سارے جہان کی نعمتیں اطمینان قلب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہر بیماری میں چیخنا چلانا، درویشوں کے شایانِ شان نہیں سکھ اور چین کے دور کو اگر اللہ تعالیٰ قبولیت کا درجہ دے تو ذکر اللہ سے ہی دیتا ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" مرد ہو یا عورت مومن ہونا شرط ہے۔ اس کے بعد اطمینان قلب کے لئے ذکر اللہ کے علاوہ اس جہان میں نہیں ہے۔ جو دل، بستیوں میں گھرے ہوانہیں مائل الی اللہ کریں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح ہو بلکہ ضروری یہ ہے۔ کہ انسان محفل میں ہو یا تنہائی میں اس کا دل اپنے مالک سے دور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو خیال کی زبان سے یاد کرنا سب سے بڑا ذکر ہے۔ خیال کی اپنی شان ہے۔ کسی کے ساتھ محبت ہو تو انسان خیال کی زبان سے ہی اس کے ساتھ مخاطب رہتا ہے۔ خیال وہ زبان ہے جو سنی نہیں جاتی۔ حد نہیں لگتی حرف نہیں ہوتے۔ یہ صرف بندے اور رب کے درمیان راز ہے۔ اس زبان کو اللہ پڑھتا ہے۔ نبی جانتے ہیں یا روشن ضمیر لوگ سمجھتے ہیں۔

اس لئے خیال کی زبان سے اللہ کی یاد جاری رکھو تا کہ ذکر بھی ہوتا رہے اور ریا کاری بھی نہ ہو۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک تنگ گھاٹی سے گزر رہے تھے۔ وہاں کچھ دیر کیلئے رک کر دوستوں کو اسرار الٰہی کی باتیں سنانے لگے۔ اتنے میں مخالف سمت سے ایک کتا آیا اس نے دائیں بائیں دیکھا دو تین چکر لگائے راستہ نہیں ملا با لآخر وہاں کھڑے ہو کر کچھ آوازیں نکالیں۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آواز پڑی تو خاموش ہو گئے اور ساتھیوں سے فرمایا۔ کتا راستہ مانگتا ہے۔ ساتھی ایک طرف ہو گئے۔ کتا گزرتے گزرتے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رک کر غرایا چلایا اور کچھ آوازیں نکالیں اور چلا گیا۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں ڈوب

گئے۔ساتھی جانتے تھے۔کہ آپ کا شمار ان اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔جو جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتے ہیں۔ساتھیوں نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں اس راز سے آگاہ فرمائیں کہ کتے نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا اس کتے نے مجھے لاجواب کر دیا ہے۔وہ کہتا ہے۔بایزید تم اس بات پر فخر نہ کرنا کہ تم انسان ہو اور مجھے حقارت سے نہ دیکھنا کہ میں کتا ہوں۔یہ خیال رکھنا کہ تیرا اور میرا خدا ایک ہے۔دوسری بات یہ کہ جس وقت روحوں کی تقسیم ہو رہی تھی۔تجھے انسان اور مجھے کتا بنایا جا رہا تھا۔اس وقت تیری کون سی نیکی تیرے کام آئی اور کس جرم کے بدلے میں مجھے کتا بنایا گیا؟

یاد رکھنا! یہ ساری تقسیم اس کی اپنی مرضی سے ہے۔میں اس کی تقسیم پر خوش ہوں تم بھی شکر گزار رہنا کہیں تم سے خطا نہ ہو جائے۔تیسری بات یہ ہے کہ اللہ جتنا قرب دے اتنا ہی ڈرتے رہنا۔وہ جس قدر نعمتوں سے نوازے اتنا ہی جھکتے رہنا۔یہ باتیں کتا اس ولی اللہ سے کہہ رہا ہے جس کی محفل میں جنات سبق پڑھنے کے لئے آتے تھے۔یہ ہدایت تھی انسان کے لئے۔کہ مومن جس حال میں بھی ہو اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہے۔رب کے راضی ہونے کا مطلب غفلت نہیں بلکہ سجدہ ریزی ہے۔جس کی پیشانی میں سجدے زیادہ ہیں وہ بندہ خدا سے راضی ہے۔

آپ لوگ اللہ کے ذکر کی لطافتیں، نبی پاک ﷺ کی محبت، غلامی، تابعداری اور اس اثر انگیز دلوں کے اندر اتاریں پھر آپ کو جینے کا ایک لطف آئے گا۔اس راہ میں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔جو محنت کرتے ہیں ان کی مثال گلاب کے اُس خوبصورت پودے والی ہے۔جس کے سینے پر پھول ہوں نہ بھی توڑے تب بھی قریب والے کو خوشبو آتی رہتی ہے۔حق یہ ہے کہ ذکر والے جب غافلوں سے ملیں تو ان کی کیفیات غافلوں کو متاثر کریں۔

فیصل آباد 2014
مفتاح اللکنز جلد دوم سے انتخاب

سراج امت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

''آدم میری ذات پر فخر کریں گے اور قیامت کے دن میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ جس نے نعمان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اس سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔

اسم مبارک:

آپ کا اسمِ مبارک نعمان بن ثابت، رکنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ یہ وہ مبارک دور ہے جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کے جمال جہاں تاب سے جو آنکھیں منور ہو کر شرف صحابیت کے بلند مقام پر سرفراز ہوئیں ابھی اس جہان آب و گل میں موجود تھیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقدس اصحاب رسول ﷺ کی زیارت کی ان میں مدینۃ الرسول کے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ۹۸ھ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۸۷ھ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ ۸۷ھ جیسے اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

علماء محدثین کرام فرماتے ہیں کہ۔

''حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے سات صحابہ کرام علیہ الرحمۃ الرضوان جناب انس، جناب عبدالرحمٰن بن یزید، سہل بن سعد، عبداللہ بن عامر، ابن ابی اورنی، مقداد بن عباس سے آپ نے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور حدیثیں بیان فرمائیں۔

حافظ ابوعمرو بن عبداللہ علیہ الرحمۃ جیسی عظیم وجلیل شخصیت کا ارشاد یہ ہے۔

''حضرت امام ابوحنیفہ کو حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ (صحابی رسول) کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔''

امام اعظم تابعی ہیں:۔

اس بناء پر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ تابعی ہیں اور آپ کے معاصر علماء وفضلاء میں. تابعی ہونے کا شرف صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی رسول ﷺ کی زیارت کی ہو۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

''امام اعظم نے اپنے زمانہ حیات میں بیس صحابہ کرام کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ کرام کی آپ نے زیارت کی اور ان سے حدیث روایت کی۔''

امام اعظم حضور کا معجزہ ہیں:۔

شیخ الاسلام علامہ محمد علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''بے شک امام ابوحنیفہ قرآن کے بعد مصطفی ﷺ کے اعظم معجزات سے ہیں''۔

سیدنا امام ابو حنیفہ جامع شریعت وطریقت شخصیت ہیں۔ جلیل القدر اولیاء کرام کی حضرت ابراہیم ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، عرفا علیہ الرحمۃ اجمعین آپ کی عظمتِ شان کے معترف ہیں۔

جلیل القدر فقہاء ومحدثین آپ کی جلالتِ شان کے معترف ہیں:۔

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ صرف فقیہہ اعظم، مجتہد مطلق تھے۔ بلکہ سید المحدثین اور امام المحدثین، استاذ المحدثین بھی تھے۔ حافظ الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی پیدائش ۱۱۸ھ وفات ۱۸۱ھ جن کو تمام اکابرین، محدثین واجلہ نقادینِ حدیث نے ثقہ، حجۃ، امام، فقیہہ، عالم، عابد زاہد، سخی، شجاع، صحیح الحدیث، مامون، کثیر الحدیث امام عصرہ الافاق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''میں نے کوفہ پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا۔ کوفہ میں سب سے بڑھ کر فقہ کا ماہر کون ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر زاہد کون ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر متقی کون ہے؟ تو لوگوں نے میرے ان سوالات کے جواب میں کہا:

''امام ابوحنیفہ''

امام بخاری کے استاد حضرت مکی بن ابراہیم امام بلخ متوفی ۲۱۴ھ بحضور امام ابوحنیفہ متواتر دس برس تک فقہ وحدیث سنتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

''امام صاحب متقی، زاہد، صادق اور اہل زمانہ میں سے سے زیادہ حافظِ حدیث تھے''

''ایک ہزار استادانِ علمِ حدیث وفقہ سے میں نے علم حاصل کیا۔ مگر واللہ سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کو تقویٰ والا پایا۔''

''کعبہ کے اندر چار اماموں نے پورا قرآن ختم کیا ہے ایک حضرت عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ ﷺ دوسرے تمیم داری، تیسرے حضرت سعید بن جبیر صحابی رسول ﷺ چوتھے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ

محدث کبیر حضرت اعمش نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کئے۔ امام صاحب نے حدیثوں سے جواب دیا تو اس پر حضرت اعمش نے فرمایا۔

''اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم لوگ یعنی محدثین عطار کہ راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں۔ اور آپ لوگ احادیث کے معنی ومفہوم بھی جانتے ہیں''۔

سید العرفاء حضرت ابوعلی وقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

''میں شریعت کا علم حضرت ابوالقاسم نصر آبادی سے انہوں نے حضرت شبلی سے، انہوں نے حضرت سری السقطی سے، انہوں نے حضرت معروف کرخی سے، انہوں نے داؤد طائی سے اور انہوں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سے حاصل کیا''۔

تصرف اولیاء

از: پیر طریقت صاحبزادہ علامہ محمد معظم الحق معظمی صاحب

آدمی جس سے پیار کرتا ہے اللہ اس کو اسی کے ساتھ اس کا جوڑ بنائے گا۔ اس حوالے سے ہم خوش نصیب ہیں ایک بشارتی جملے سے اس کو نواز دیا اور وہ بشارتی جملہ صرف اس کے لئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنے والے ہر غلام کے لئے تھا۔ حضور نے فرمایا۔ "**المرء مع من احب الیہ**" کلیہ بیان فرمادیا کہ آدمی جس سے پیار کرتا ہے۔ اللہ اس کو اسی کے ساتھ جمع فرمائے گا۔ اس حوالے سے ہم خوش نصیب ہیں۔ خوش بخت ہیں۔ اور سعادت مند ہیں۔ اعمال میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ نیکیاں زیادہ تعداد میں نصیب نہیں ہوسکتیں، اعمال کے لحاظ سے بہت ساری کمزوریاں انسانی وجود سے سرزد ہوسکتی ہیں لیکن اپنے مشائخ اور اپنے خواجگان کے پیار سے سینے آباد ضرور ہیں۔ پیار نہ ہو تو اپنا کام کاج چھوڑ کے کوئی نہیں آتا۔ اپنی ساری مصروفیات چھوڑ کر اپنے یار کے آستانے پر آ کے ڈیرہ لگا لیتا ہے۔ خوش آمدید کہنے والا یا پروٹوکول دینے والا بھی کوئی نہیں پھر بھی عاجزی کا زیور پہنے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمینوں کی ساری بڑائی اللہ کے لئے خاص ہے۔ اور فرمایا۔ کبریائی میری چادر ہے۔ اللہ کریم کے خزانوں میں ہر نعمت موجود ہے۔ ہر چیز موجود ہے۔ صرف عاجزی ایسی چیز ہے جو اللہ کے ہاں نہیں ہے۔ باقی ہر چیز عاجز ہے۔ عاجزی ہی زیور ہے۔ عاجزی ہی نعمت ہے۔ فرمایا جو بندہ مومن اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اللہ پاک کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ یہ بندہ میری بارگاہ میں وہ چیز پیش کر رہا ہے۔ جو میرے خزانے میں نہیں ہے۔

تو اپنے یار کے آستانے پر آ کر ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ یہاں آ کے مسجد میں سونا پڑتا ہے۔ بغیر بستر رضائی کے سونا پڑتا ہے۔ لیکن

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ مجھ کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ اسی پیار کی نشانی ہے کہ آپ ساری سہولتوں کو نہیں دیکھتے وقت بے وقت جو مل رہا ہے مزاج کو اچھا لگتا ہے یا نہیں۔ آپ اس بات پر عمل کر رہے ہیں۔ کہ محبوب کی طرف سے جو مل رہا ہے وہ بھی محبوب ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ بشارتی جملہ قیامت تک کے لئے فرما دیا کہ جو جس سے پیار کرتا ہے اللہ کریم ان کو اس کی سنگت عطا فرما دیتا ہے۔ اور ان لوگوں کی اللہ کو کتنی لاج ہے اور ان لوگوں کا مقام دربار خدا میں کتنا بلند ہے۔ حضرت علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کہیں سے گزر رہے تھے۔ تو دیکھا کہ شہر کا کوئی امیر زادہ شراب پینے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر زمین پر گرا ہوا تھا۔ کوئی سنبھالنے والا نہیں۔ مٹی میں لت پت، مکھیاں بھنبھنا رہیں تھیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ رک گئے ٹھنڈا پانی منگوایا۔ اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے دھویا۔ گلے میں میٹھے ٹھنڈے پانی کے چند قطرے ٹپکائے۔ اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اُٹھ کر بیٹھ گیا اور جب حضرت ابراہیم پر نظر پڑی تو شرمندگی کی وجہ سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے کہ میں کہاں اور یہ کہاں۔ اس بندہ خدا نے میری عزت و تکریم کی ہے آپ نے فرمایا! جوان شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں میرا تعلق اُن سے ہے جن کا مسلک ہے۔ "**المخلوق کلھم عیالی**" یعنی ساری مخلوق میرا کنبہ ہے۔ تو میں جس کو اپنا محبوب سمجھتا ہوں اس کے کنبے کو بھی محبوب سمجھتا ہوں۔ یہی ادا اللہ کے ہر محبوب بندے نے اپنے زمانے میں روا رکھی۔ جہاں جہاں یہ خوبصورت منظر موجود رہا۔ جہاں جہاں پیار اور محبت کی خیرات بلا امتیاز ہر ایک کو بانٹنے والے موجود ہے وہاں بم بلاسٹ نہیں ہوتے۔ بدامنی فساد کو راستہ نہیں ملا۔

بابا فرید کی بارگاہ میں جب ایک عقیدت مند نے قینچی تحفہ پیش کی تو آپ نے فرمایا۔ میں تو سوئی کا طرفدار ہوں۔ کیونکہ قینچی کاٹنے کا کام کرتی ہے۔ اور سوئی جوڑنے کا۔ وہ سادہ مرید

دلبرداشتہ ہوکر جانے لگا تو ایک سینئر پیر بھائی حضرت سید بدرالدین اسحاق اس کے پیچھے پیچھے چل دیے اور اس کو فرمایا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ باہر سے سوئی بھی ساتھ لی اور آداب طریقت کے مطابق جب بھی مرشد کو قینچی یا چاقو چھری بطور ہدیہ پیش کی جائے تو ساتھ ہی سوئی بھی پیش کی جائے۔

ادب، پیار عاجزی اور خلوص کی خیرات یہ لوگ بانٹنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اس امیرزادے کو پکڑ کر گھر تک چھوڑ آئے تو رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ نوجوان ایک قیمتی چمکتا دمکتا تاج سر پر سجائے جنت میں خراماں خراماں ٹہل رہا ہے۔ حیران ہو کر اللہ کریم سے پوچھا یا اللہ! اتنا درجہ اس کو کیسے عطا ہوا؟ جواب ملا ابراہیم! تم نے میری رضا کے لیے اس کا منہ دھویا۔ میں نے تیری رضا کے لئے اس کا دل دھو دیا ہے۔

''جو جس سے پیار کرتا ہے اللہ کریم اس کو اس کی سنگت عطا فرما دیتا ہے''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں آپ ﷺ نے جب یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ تو صحابہ نے اس کا ایک ہی مطلب لیا اور بغیر کسی تاویل کے تمام امت تک پہنچایا۔ صحابہ فرماتے ہیں۔ کہ اسلام لانے کے بعد جو سب سے زیادہ روحانی خوشی نصیب ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ کے اس جملے سے ہوئی۔ جب ہم نے اسلام قبول کیا تو اسلام کی برکت سے اللہ نے کفر کی سیاہی کو ہمارے دلوں سے مٹا دیا۔ اللہ نے ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ہم اپنے انجام کے حوالے سے مطمئن ہو گئے اس لیے کہ ہمارے سینوں میں رسول اللہ ﷺ کا پیار چمک رہا ہے۔

ہم سب ایک سواری پر سوار ہو چکے ہیں.. جس کا نام وقت ہے۔ ہم وقت کے کندھوں پر سوار ہیں اور وقت کی سواری ہمیں قبر کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے علاقہ میں جانا ہوتا تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی ایسا دوست مل جائے۔ کوئی راستہ بتانے والا مل جائے۔ جس کی وجہ سے میرا سفر بھی آسان ہو جائے اور جس کی

وجہ سے میرا وہاں رہنا بھی آسان ہو جائے اور جس کام کے لئے وہاں جا رہا ہوں وہ کام بھی آسان ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی امت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ سفر پہ جانے سے پہلے رفیق تلاش کرو۔

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے سفر کی پہلی منزل قبر ہے۔ دوسری منزل حشر ہے۔ اور تیسری منزل رسول اللہ ﷺ کی نگاہ عنایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ کریم ورحیم رب نے مجھے تین دعائیں مانگنے کا اختیار دیا ہے۔ ان میں سے دو دعائیں میں نے کر دیں ہیں ایک دعا کو میں نے ذخیرہ کر دیا ہے۔ اُس دن کے لئے جس دن ابراہیم خلیل اللہ بھی ''محمد'' کو سہارے کے طور پر ڈھونڈ رہے ہونگے۔ میں نے اس دن کے لئے اس دعا کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ کہ جب نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے فیصلے ہوں گے کہ ہم نے کدھر جانا ہے۔ اس لئے جب ہم دنیا میں کسی سفر کے لئے رہنما اور ساتھی ڈھونڈتے ہیں تو کیا ہمیں قبر، حشر اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے جانے کے لئے کسی رہنما، رہبر کی ضرورت نہیں؟ کیوں نہیں بلکہ اس سے کئی گنا بڑی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس سفر کے لئے کوئی رہنما تلاش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح ارشاد فرمایا ہے کہ

''ابتغو الیه الوسیلة'' اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

''واتبع سبیل من اناب الی''

اور اس کی تابع داری کرو جو میری بارگاہ میں جھک چکا ہے۔

پہلے حکم فرمایا کہ وسیلہ تلاش کرو پھر جن کو وسیلہ بنانا ہے ان کی نشانیاں بیان فرمائیں؟ فرمایا جس کے پیچھے چل کر مجھ تک پہنچنا ہے۔ کسی کی تابعداری کرنی ہے تو اس کو تلاش کرو جو پہلے میری بارگاہ میں جھک چکا ہو۔ جو پہلے میری بارگاہ سے امید لگا چکا ہو۔ میری محبت اپنے سینے میں اتار چکا ہو۔ جب تم اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ گے تو اللہ تمہیں اپنا در اور اپنا گھر عطا فرما دے

گا۔سویا ہوا سوئے ہوئے کونہیں جگا سکتا۔چیونٹی اگر چاہے کہ میں بیت اللہ کی زیارت کروں۔سبز گنبد کے نظاروں سے اپنے دل کو اپنی روح کو معمور کرو۔اگر وہ خود چلنا شروع کر دے تو راستے میں ہی ختم ہو جائے گی۔لیکن اگر اسے یہ شعور آ گیا یا اسے کسی نے یہ شعور دے دیا کہ کبوتر کے پنجوں سے لگ جا پھر کوئی دیر نہیں لگے گی۔نہ کوئی راستے میں رکاوٹ آئے گی۔نہ ہاتھی کے پاؤں تلے آ کر روندی جائے گی۔اس نے انتخاب ٹھیک کیا۔اس نے اپنا رفیق ایسا بنایا ہے۔جس کو اللہ نے قوت پرواز دی ہے وہ اس کی برکت سے اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ہم بھی چیونٹیوں کی طرح ہیں۔اس لیے رفیق تلاش کرتے ہیں ایسا رہنما تلاش کرتے ہیں جو پہلے اپنے رب سے جڑ چکا ہو۔اپنے رب سے ان کا تعلق مستحکم ہو چکا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا۔ایمان والوں کو حکم دیا ہے۔کہ اگر تم خیر چاہتے ہو۔اپنا ایمان بچانا چاہتے ہو۔اگر تقویٰ اختیار کرنا چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے کہ جو میرے سچے ہیں ان کے ساتھ جڑ جاؤ۔**کونوا مع الصادقین** سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

پھر فرمایا۔

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اگر رحمٰن کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔توحید پوچھنی ہے تو جنید بغدادی سے پوچھو۔جب دنیا سے چلے گئے تو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ نے پوچھا جنید میرے لئے کیا لائے ہو؟ جنید نے بڑے ناز سے کہا تھا مولا! توحید۔میں نے کسی کو نہیں مانا، کسی کو نہیں جانا سوائے تیرے۔نام لیتا رہا تو تیرا۔سچا تو تیری ذات کو سوچا۔توحید کی دولت لے کر آیا ہوں۔

توحید کے دعوے کرنے والے،توحید کو جاننے والے جنید کو اللہ نے فرمایا۔وہ دودھ والی بات یاد کرو نا۔جنید کے لئے یہ جواب کافی تھا۔اسے اور دلائل کی ضرورت نہیں تھی۔واقعہ یوں تھا کہ ایک دفعہ جنید کے پیٹ میں درد اُٹھا۔ایک بزرگ نے پوچھا حضور یہ درد کیوں ہوا؟ زبان

سے کہہ بیٹھے رات کو دودھ پیا تھا۔ اس کی وجہ سے درد ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا درد دودھ دیتا ہے یا خدا دیتا ہے؟

فرمایا رحمٰن کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔ اپنے رحیم کریم رب کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو فرمایا۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو رحمٰن کی خبر رکھنے والا ہے اس سے جا کر سوال کرو۔ اس سے اپنا رشتہ جوڑ لو۔

الحمدللہ! ہم سب اس کارواں کے لوگ ہیں۔ ہم سب اس جماعت کے لوگ ہیں۔ جو سچا سُچا اور پکا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہم جن کے پاس آتے یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے دربار میں جھکنے والے ہیں اور یہ سچائی کا نشان ہیں۔ لٰہذا ان سے بڑا ہمارے لئے کائنات میں وسیلہ کوئی نہیں ہے۔ اس دنیا دار ماحول میں اگر کوئی چھوٹا آدمی کسی بڑے آدمی، کسی وزیر مشیر یا بڑے زمیندار سے جڑ جائے اس کی نگاہ شفقت میں آ جائے تو وہ بھی چھوٹا آدمی نہیں رہتا۔ اس بڑے آدمی سے جڑ جانے کی وجہ سے وہ بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کا اپنا ایک تعارف ہو جاتا ہے۔ اس کا اپنا ایک مقام بن جاتا ہے۔ سب کہتے ہیں فلاں کے پیچھے فلاں کا ہاتھ ہے۔ یہ تو بات دنیا دار لوگوں کی۔ اس طرح اگر کوئی ان اللہ والوں سے جڑ جائے تو کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ یہ تو عزت والے لوگ ہیں۔

اللہ نے اپنے بندوں کو کتنی طاقت عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ تخت و تاج چھوڑ کر دنیا کی ساری شان و شوکت چھوڑ کر نکل گئے۔ ایک وقت آیا کہ یہ دریا کے کنارے بیٹھے اپنا کرتا سی رہے تھے۔ اتنے میں اس وقت کا ایک وزیر جو کبھی آپ کی وزارت میں رہا تھا۔ وہاں سے گزرا۔ اس کے ساتھ شاہی سواریاں بھی تھیں۔ نوکر چاکر بھی تھے اس نے ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وقت کا بادشاہ جن کی ہم نے نوکریاں کی ہیں۔ ہم نے جن کی خدمتیں کی ہیں وہ آج اپنی قمیض کو اس بے آب گیاہ میدان میں بیٹھ کر سی رہا ہے۔ اس نے طنزاً دیکھا اور مسکرایا۔ حضرت ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے جس

میں طنز ہے کہ نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ کوئی سنبھالنے والا ہے اپنے کپڑے خود دھو رہا ہے اور اپنے کپڑے خود ہی رہا ہے۔آپ نے جب دیکھا کہ اللہ نے جو عزتیں، طاقتیں اور رتبے عطا فرمائے ہیں ان پر حرف آرہا ہے۔تو آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی۔اور اس وزیر سے کہا کہ میری سوئی دریا میں گر گئی ہے۔تمہارے پاس اتنے نوکر چاکر ہیں۔وسائل ہیں ذرا میری سوئی تو نکال دو۔وہ ہکا بکا آپ کے چہرے کو دیکھنے لگا۔حضرت ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کیا میں اپنی سوئی نکال لوں۔آپ نے دریا کی طرف رُخ کیا اور دریا کی مچھلیوں کو فرمایا میری سوئی نکال دو۔دریا میں جتنی بھی مچھلیاں تھیں وہ سب منہ میں سونے کی سوئیاں لے کر باہر آگئی۔آپ نے جب دیکھا کہ مچھلیاں سونے کی سوئیاں لے کے آگئی ہیں تو آپ نے فرمایا اس سونے چاندی اور دولتِ دنیا کو تو میں خیر باد کہہ آیا ہوں اس لئے مجھے سونے کی نہیں بلکہ اپنی سوئی چاہیے۔اندازہ لگائیں کتنی طاقت ہوتی ہے اللہ کے ان بندوں میں۔

اللہ کریم اولیاء کرام کی سنگت وصحبت میں جینا نصیب کرے۔آمین

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی اور تبلیغی مساعی

از: پروفیسر سید مقصود حسین راہی صاحب

اس عالم ناسوت، جہاں تار عنکبوت، میں خالق کائنات نے اپنے صوری اور معنوی حسن و جمال اور تزئین و آرائش کے لئے جہاں گل ہائے رنگارنگ کو ظاہری نظروں کے لئے سجا رکھا ہے۔ وہاں اس صاحب شان صمدیت و ابدیت نے دل کی بستی کو آباد کرنے اور اسے حسین سے حسین تر اور لذت نیاز و گداز سے آشنا کرنے کے لئے ایسی ہستیوں کو جو مختلف اوقات میں مختلف علاقوں، قبیلوں اور رنگ و نسل ہونے کے باوصف ایسی یک رنگی دے کر کائنات میں پھیلا رکھا ہے۔ کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔ یہی ان کے مرد مومن ہونے کے لئے دلیل و پہچان مقرر ہے۔ اذا رو وذکر اللہ

شجر ایک ہے شاخیں مختلف ہیں۔ منبع ایک ہے۔ نہریں مختلف ہیں۔ منزل ایک ہے راہیں مختلف ہیں مینا ایک ہے۔ ساغر مختلف ہیں، جلوہ ایک ہے پرتو مختلف ہیں۔

یہ نقشبندیت، چشتیت، سہروردیت، قادریت ایک ہی چشمہ صافی و وافی کی مختلف نہریں ہی تو ہیں جو اپنے فیض و کرم سے انسانیت کی اُجڑی و ویران بستیوں کو نور الٰہی کی تنویر سے مستنیر کرتی ہوئی شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً چار دانگ عالم میں یوں پھیل گئی ہیں کہ ان کے تلذذ و تلطف سے کوئی بھی محفوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو جتنا قریب ہوا اسے اتنا ہی فیض ملا۔ جو جتنا دور ہوتا گیا اسی قدر محروم ہوگیا۔ کچھ ایسے ہوئے جو قریب رہ کر بھی نام و مراد گئے۔ کچھ ایسے بھی ہوئے جو دور رہ کر بھی بامراد کامگار رہے۔ آخر کیوں؟

وجہ بالکل معلوم کہ یہ سب ظرف کی بات ہے۔ جس کا ظرف جیسا تھا اسے ویسا ہی پھل ملا، چٹیل میدان میں بارش کے قطرات وہ رنگ نہیں جماتے جو نرم، گداز اور اثر پذیر زمین میں جماتے ہیں۔ قصور قطرات کا نہیں، قصور اس پہاڑی کا ہے جو اثر نہ لے سکے۔ ورنہ قطرات باراں نے تو برسنے میں بخل سے کام لیا نہ کسی کنبے اور خاندان اور نسل کی تمیز کی۔ پھولوں نے تو اپنی خوش

بو سے مشام جاں کو معطر کرنا ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی پھولوں میں سے ایک پھول غوث زماں قطب دوراں، خواجہ خواجگان قبلہ عالم حضرت پیر غلام محی الدین غزنوی ثم نیروی قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات با برکات ہے۔ جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ یاد حق میں یوں گزار دیا کہ خود غلام محی الدین ہوتے ہوئے محی الدین ہو گئے۔ والدین کریمین نے جب عہد طفلی نام موں کے انتخاب پر غور کیا ہوگا تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ ملاء اعلیٰ میں اس علیم وخبیر خدا نے کائنات میں پہلے ہی اعلان کر دیا ہوگا کہ جس ہستی کے نام کے متلاشی ہو اسے اسم با مسمی ہونا چاہیے۔ محی الدین یعنی دین کو زندہ کرنے والا۔ بہ نظر تعمق اگر دیکھا جائے تو بلا شک وریب حضور قبلہ عالم نے اپنے فیض حق ترجمان سے اک عالم مستفیض فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دین حق کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے جو کچھ راہ حق میں کرنا پڑتا ہے۔ وہ سب حضور اعلیٰ سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کسے معلوم نہیں کہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے۔ جہاں بچپن اور لڑکپن گزارتا ہے۔ اس جگہ کے پھول تو پھول کانٹے بھی بدل و جان عزیز و پیارے ہوا کرتے ہیں۔ تادم واپسی وہاں کی یادیں قلب و ذہن میں انگڑائیاں لیتی رہی ہیں۔ مگر حضور قبلہ عالم سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقت کی سنگلاخ اور پر بار وادی میں قدم رکھتے ہی وطن کی یاد سینے میں رکھتے ہوئے بھی وطن کی محبت کو طریقت و شریعت کی راہوں میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور اپنے پیرومرشد کی خدمت اور اطاعت میں شب و روز یوں گزار دیئے کہ جب اس بھٹی سے نکلے تو خام سے کندن بن چکے تھے۔ تا آں کہ مسند غوثیت پر سرفراز ہوئے۔

دوسرا مرحلہ اپنے والدین، خویش واقارب اور اہالی وموالی سے دوری اور یاد کا تھا۔ بسا اوقات انسان ایک کام کرنا چاہتا ہے۔ مگر اپنوں سے بعد کا تصور ذہن میں جاگزیں ہوتے ہی انسان اس کام سے رک جاتا ہے۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ آپ علیہ الرحمۃ کو جس عظیم مشن کو

انجام دہی کے لئے تیار کیا جا رہا تھا اس کے جملہ تقاضوں کے پیش نظر آپ کو شدید ترین آزمائش سے گزار کر وہ سوز و گداز بہم پہنچایا جا رہا تھا۔ جس سوز و گداز سے نہ صرف ایک دو ملک بلکہ پورا عالم اسلام تو کیا یورپ و افریقہ تک کو فیض پہنچانا مطلوب تھا۔ یہ کوئی محض قصہ کہانی یا محض عقیدت کی بھول بھلیاں نہیں ہیں بلکہ کائنات اور خود خالق کائنات اس بات پر شاہد عادل ہے۔ کہ آپ کے عقیدت مندوں خلفاء و مریدین نے مستی بھرے ساغروں سے خوب خوب متمتع ہو کر ساری کائنات کو اس وقت اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہوا۔ اور پھر دنیا حضرت خواجہ عالم قبلہ سرکار نیروی رحمۃ اللہ علیہ کے اس چشمہ فیض و فیض رساں سے جس ہستی نے بجا طور پر غواصی کر کے لولوئے معرفت سمیٹتے ہوئے پوری کائنات میں فیض عالم و عرفاں بکھیرا وہ مخدومی و مکرمی الشیوخ حضرت پیر علاؤالدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی وقار ہے۔ جنہوں نے حضور قبلہ عالم کے مشن کو اس قدر آگے بڑھا دیا اور مسلسل بڑھتے جا رہا ہے۔ کہ جس کی نظیر عہد حاضر میں عنقا ہے۔

کیوں نہ ہو؟ باپ محی الدین ہو اور بیٹا علاؤالدین ہو، باپ دین کو حیات نو بخشنے والا تو بیٹا اس کو خون جگر دے کر یوں پروان چڑھائے کہ اہل دانش و بینش انگشت بدنداں رہ جائیں۔

محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف اپنے حسن صوری و معنوی سے وارفتگان دین مصطفوی اور عشاقان راہ طریقت کو بزبان حال پکار پکار کر اس امر کی دعوت دے رہی ہے کہ مجھے اس خارزار پہاڑی پر کسی کی نگاہ جلوہ طراز اور قدم رنجہ فرمائی۔ نے یہ شرف بخشا ہے۔ وہ ساقی جو بظاہر خوابیدہ ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا جاگتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں مل کر جاگتے ہوئے بھی اس سوئے ہوئے کے نقش کف پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

حضور قبلہ عالم ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جنہیں نص قطعی کی زبان میں ولی اللہ کہا جاتا ہے۔

''حضور قبلہ عالم اسی منصب جلیلہ پر فائز المرام رہے جہاں اللہ کریم نے ظلمات ظاہری و باطنی سے نکال کر ظاہری و باطنی نورانیت سے آراستہ پیراستہ کیا۔ آپ کی دینی، روحانی، ایمانی و

ایقانی تبلیغی خدمات کا احاطہ مجھ مشت غبار خاک کف پائے قبلہ عالم کے لئے بہر صورت ممکن نہیں۔

کہاں ہیں کہاں ذات سرکار عالی
میں ذرے سے کم تر وہ باغوں کا والی

تبلیغ دین اس بات کی متقاضی ہے کہ جو بات کہی جائے وہ کر کے دکھائی جائے اور اس پہ کیئے جانے کی مداومت و استقامت ہو یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کی ہر ہر ادا ہر ہر لفظ اور ہر ہر سانس تبلیغ دین کا کام کرتی ہے۔ روحانیت سے خالی تبلیغ شاید تھیوری ہو۔ لیکن Practical نہیں ہوا کرتی اور جس طرح ظاہری امتحانات میں تھیوری کے ساتھ عملی امتحان کا پاس کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام تھیوری کی طرف اشارہ کر کے عملی زندگی میں تربیت کر کے لوگوں کو اس قابل بنا دیتے ہیں۔ کہ ان کے آئینے میں خدا نظر آنے لگتا ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اور عملی امتحان سے پاس ہو کر جب بساط حیات سمیٹ کر علماء اجل کو لبیک کہہ رہے ہوتے ہیں۔ تو اللہ جل مجدہ الکریم کی طرف سے یہ مژدہ جانفزا سماعت نواز ہوتا ہے۔ کہ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية۔ علامہ اقبال نے شاید اسی منظر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ لوگ اورنگ جہاں بانی پہ تھوکتے تک نہیں۔ اورنگ جہاں بینی کی ایسی منزل پہ فائز المرام ہوتے ہیں۔ کہ نظر اٹھتی ہے۔ تو سامنے لوح محفوظ ہوتا ہے۔ آنکھ بند کرتے ہیں۔ تو جلوہ ہائے ایزدی کے تلاطم خیز انوار و تجلیات رقصاں ہوتے ہیں۔ زمین ان کی ہیبت کے سامنے مبہوت اور آسمان پر سکوت اور فضا ساکت ہوتی ہے۔ ان کے دربار گنج بخش و فیض بار اور متلاشیان راہ

حقیقت کے لئے نشان منزل کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم نے شیخ کی محبت وخدمت پر کسی اور محبت کو غالب نہ ہونے دیا۔ چونکہ داعی الی الحق کے لئے پہلی منزل شیخ کامل تک رسائی اور فنافی الشیخ ہونا ہوتا ہے۔ کیونکہ

پیر کامل صورت ظل الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو
ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

بارہ سال سے بھی زائد عرصہ تک اپنے پیرومرشد کی خدمت کا حق ادا کرنا واقعی ایک عظیم کارنامہ نہیں تو اور کیا ہے۔ حضور قبلہ عالم نے برضا ورغبت اس منزل کو عبور کیا۔

پھر محبت رسول اللہ ﷺ کی بوٹی اپنے سینے میں ایسی بسائی کہ جو اس سینہ بے کینہ نور الٰہی کے خزینہ سے جاملا دُرِ شہوار ہو گیا۔

گر تو سنگ خارہ و مر مر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

کسے معلوم نہیں کہ پوری کائنات میں بالخصوص برصغیر ہندو پاک میں اسلامی کی اشاعت کا اولین کام بجا طور پر اہل اللہ نے کیا۔

سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان، سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، معین الدین چشتی اجمیری، شمس الدین سیالوی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، خواجہ بابا قاسم موہڑوی وغیرہ علیہم الرحمۃ وسینکڑوں دوسرے اکابر اولیاء کرام اس سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ اپنے اپنے ادوار میں جہاں جہاں اور جس جس طرح کی ضرورت تھی۔ ان اہل اللہ نے نہایت بالغ نظری سے اور اپنے قول و عمل سے لوگوں کو معرفت الٰہیہ کے جام نوش کروائے۔ حضور قبلہ عالم نے اپنے مرشد کے کہنے پر

جس دور میں نیریاں شریف میں قدم رکھا ہوگا۔ انداز کیجئے کہ کتنا بھیانک منظر ہوگا۔ ویرانہ ہی ویرانہ دور دور تک آبادی کا کوئی نام ونشاں نہیں سڑکیں تو سڑکیں عام راستے بھی یہاں مفقود کہ جب آبادی ہی نہیں۔ تو راستے کیسے، ہر چہار اطراف میں ایک ''ھو'' کا عالم، سناٹا، درندے منہ پھاڑے غذائے لذیز کی جستجو میں بیاباں نوردی میں مصروف، خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں، نہ کوئی سنگی نہ ساتھی نہ مونس نہ غمخوار۔ مگر حکم مرشد ہے۔ محبت رسول ہے۔ پاس فرانا خداوندی ہے کہ **ولا تھنو ولا تحزنو انتم الاعلون ان کنتم مومنین** پھر یہ بھی کہ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ان اللہ لمع المحسنین۔**

مجھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات واقعات پڑھ کر سن کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بالکل ویسے ہی حالات تھے۔ کہ جب جناب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے وادی غیر ذی زرع میں اپنے معصوم لخت جگر اور زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو تنہا و یکہ چھوڑ دیا تھا بعینہ جب حضور سرکار اعلیٰ نیروی رحمۃ اللہ علیہ کو نیریاں شریف میں بٹھایا جا رہا تھا۔ تو حضور قبلہ عالم آزمائش کی واردات سے گزر رہے تھے۔ اور پیچھے حضرت بابا صاحب موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست دعا بلند تھا۔ اور نیریاں شریف کا بھیانک جنگل بقعہ نور بنتا چلا گیا۔ اور یہ نور اس قدر فروزاں ہوا کہ آج اس کی ضوفشانی پوری دنیا کو اپنے دامن کشش میں لئے ہوئے ہیں۔

حضور قبلہ عالم نے روایتی انداز میں گلہ پھاڑ پھاڑ کر تبلیغ نہیں کی۔ پرنالوں کا کام شور شرابہ ہے۔ سمندر نہایت پرسکون ہوتا ہے۔ اپنے دامن میں کائنات کی اشیاء سموئے رکھتا ہے۔ حضور قبلہ عالم کی مثال ایک سمندر کی طرح ہے۔ نہایت سکوت، پیار، محبت، مودت، مروت، مونست، سپہ کی تیغ بازی سے نہیں بلکہ نگہ کی تیغ بازی سے ایسا کام کیا کہ جس پتھر دل پر نگاہ ڈالی کندن بنا دیا۔ جس کبیدہ خاطر کو سینے سے لگایا راحتیں اور مسرتیں اس کے دامن میں سمٹ آئیں۔ گمراہ پہ نظر ڈالی تو راہ حقیقت کا راہی بنا دیا۔ راہی پہ نظر کی تو رہنما بنا دیا۔ بھولے بھٹکوں کو دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کر دیا۔ آج اس جنگل میں منگل ہو گیا۔ دینی و دنیوی علم ہم آہنگ ہو گئے۔

نوروعرفان کی قندیلیں روشن ہوگئیں۔گھٹا ٹوپ اندھیروں کے بادل چھٹ گئے۔جہاں ھوکا عالم ہے۔حضور قبلہ عالم کی تیغ قلوب وخواطر کی تطہیر تھی۔گفتگو دل پذیر واثر آفریں تھی کیوں کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

آقائی ملجائی و ماوائی حضور قبلہ عالم کی ذات فرد نہیں انجمن تھی۔کشمیر، پاکستان، افغانستان، ایران اور پوری دنیا میں کون سی جگہ ہے۔جہاں آپ کے مریدین ومتوسلین اشاعت دین کے کام انجام نہیں دے رہے ہیں۔

دیگر اولیاء کرام کی طرح آپ بھی **تتجافی جنوبھم عن المضاجع** کا عملی نمونہ تھے۔پاس ادائی فرائض دیکھئے کہ پوری زندگی کی کوئی نماز قضا نہیں سفر وحضر میں صرف دو تین گھنٹے استراحت فرماتے۔

پوری پوری رات تسبیح وتہلیل ودعا مناجات میں گزر جاتی۔جذب وکیف ومستی کی عجب بہار دیکھنے میں آتی کہ کئی کئی گھنٹے ماسوا سے بیگانہ استغراقی حالت میں غلطاں و پیچاں نہایت فصاحت وبلاغت سے ایسی روحانی گفتگو فرماتے کہ ادھر دل سے نکلی ادھر دل میں جا اُتری۔راقم کو حضور قبلہ عالم سے شرف بیعت بھی حاصل ہے۔جسے اپنی زندگی کا متاع گراں بہا تصور کرتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جس مسئلہ پر خیال پیدا ہوا۔حضور اعلیٰ کی مجلس میں گئے تو اسی پر گفتگو ہونے لگی۔ نگاہ لوح محفوظ ہوتی۔آنکھیں شراب معرفت سے معمور ہوتیں مجھے ایسے میں جلال الدین عارف رومی کی عملی تفسیر حضور اعلیٰ سرکار نیروی کی ذات میں نظر آئی۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
از چہ محفوظ است محفوظ از خطا
گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

الغرض حضور قبلہ عالم نے ذکر وفکر، نگہ کی تیغ بازی، آہ سحر گاہی وسحر خیزی، سوز وساز، فیضان نظر، نیاز نالہ ہائے نیم شب باشی سے کام لے کر اپنے متعلقین ومتوسلین کی ایسی تربیت کی کہ گویا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کے ما حاصل حضرت علامہ شیخ الشیوخ قبلہ پیر علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو چار چاند لگاتے ہوئے بہت آگے لے گئے ہیں اور بہت آگے لے جانے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ یقیناً محی الدین اور علاؤالدین کے اسماء گرامی کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

مذہبی خطباء خطابت سے زیادہ خطبات پر توجہ دیں

از: ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب

یکسانیت سے نفرت و بے زاری اور تغیر و تبدل میں کشش و جاذبیت، تقاضائے فطرت ہے۔ اور یہ تقاضائے فطرت کسی ایک جہت تک محدود نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے مترشح ہے۔ لباس، مکانات، طعام، آرائش و زیبائش اور زبان و بیان، غرضیکہ شعبہائے حیات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں سے دونوں تک یکسانیت گوارا کرلی جاتی ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آئے دن ہم نت نئے لباس، انواع و اقسام کے طعام بہتر سے بہتر مکانات، عمدہ سے عمدہ آرائش و زیبائش کی طرف تیزی سے لپکتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ بعد یہی چیزیں جو کبھی نہایت ہی پرکشش اور جاذب نظر تھیں۔ غیر اہم ہو کر قصہ پارینہ بن جاتی ہے۔ ٹھیک یہی حال زبان و بیان کا بھی ہے۔ مثال کے طور پر عربی زبان کو لے لیجئے۔ سبع معلقات، مقامات حریری اور دوسرے قدیم علمائے شعر و ادب کی نگارشات پر ایک سرسری نگاہ ڈالیے اور پھر پورے امعان نظر کے ساتھ مفاہیم و مطالب تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ شروعات کی مدد کے بغیر صرف ذاتی محنت شاقہ سے چند گھنٹوں میں ایک صفحہ بھی پورے طور پر سمجھنا آسان نہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح انگریزی ادب کے مشہور و معروف مصنف شیکسپیئر کے ڈرامے پڑھنے کی کوشش کیجئے۔ اسلوب بیان کی پیچیدگی، سخت الفاظ اور مشکل تعبیرات بہت جلد کتاب الماری میں واپس رکھنے پر مجبور کردیں گی۔

بہرکیف، میرے تمہید بیان سے یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ زبان و بیان کے حوالے سے حالات خاصے بدل گئے ہیں اور معیار حسن و قبح بھی، کسی بھی زمانے میں سخت الفاظ، مشکل تعبیرات اور پیچیدہ عبارات کے آئینے میں شعر و ادب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا تھا اور اب آسان اسلوب بیان میں اپنی بات پہنچا دینے میں مہارت تامہ رکھنے والوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی زمانے میں لچھے دار جملے، تک بندی اور مشکل الفاظ استعمال کرنے والے خطباء بڑے قابل سمجھے جاتے تھے اور اب سیدھے سادھے جملوں میں گفتگو

کرنے والوں کی تحسین و پذیرائی ہورہی ہے۔اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ دوسرے شعبہائے حیات کے ماہرین نے دور جدید کے تقاضے کے پیش نظر طریقہ خطابت میں تبدیلی کرلی ہیں۔تاہم مذہبی دنیا کے خطباء کا ایک بڑا طبقہ اب تک پرانے ڈھرے پر رواں دواں ہیں۔وہ اب تک پرکشش الفاظ کے زیر وبم سے ہی سامعین کو محفوظ کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں خیال رہے کہ میں پرانے طریقہ خطابت کی مذمت نہیں کررہا ہوں۔بلکہ دعائے سخن صرف اس قدر اسلوب بیان دور میں نہایت ہی درست تھا۔کہ وہی تقاضائے وقت بھی تھا۔اُس دور میں سادہ لب ولہجے میں بات کی جاتی۔تو شاید لوگ مذہبی تحریک سے متاثر ہی نہیں ہوتے۔لیکن اب جبکہ حالات بدل گئے اور لوگ سہل پسندی کی جانب مائل ہورہے ہیں۔پھر بھی اسی پرانے اسلوب خطابت سے چپٹے رہنا کسی طور تقاضائے دانشمندی نہیں ہے۔اچھا پھر خیال رہے کہ میں یہ بات دور جدید سے مرعوبیت کے نتیجے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔بلکہ غیر جانبداری کے ساتھ دیکھئے تو یہی طریقہ زیادہ مفید بھی ہے۔وہ اس طرح کہ خطابت سے مقصود یہی تو ہے تا کہ پیغام دوسروں تک پہنچ جائے اور لوگ اپنے عقائد واعمال صالحہ کی اصلاح کرلیں۔دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ مقصود خطابت، پیغام رسانی ہے اور کوئی شک نہیں کہ عہد جدید میں گونا گوں معروفیات نے لوگوں کو سہل پسندی کی طرف مائل کردیا ہے اور لوگ یہ چاہتے ہیں۔کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات تک پہنچ سکیں۔ایسے حالات میں مذہبی محافل اور جلسوں میں خطباء سخت اسلوب بیان اپنائے رہیں گے۔تو لوگ کما حقہ مفاہیم سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔اس طرح مقصود خطابت فوت ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ویسے تو پورے سال ہمارے یہاں دینی جلسے ہوتے رہتے ہیں۔تاہم شعبان المکرّم کا مہینہ عمومی طور پر مدارس اسلامیہ میں تعلیمی سال کا آخری مہینہ سمجھا جاتا ہے۔جس میں طلبہ کے درمیان تقسیم اسناد اور انہیں دستار فضیلت سے نوازنے کے لئے کثرت سے دینی جلسے منعقد ہوتے ہیں۔اس پُر مسرت موقع پر منجھے ہوئے خطبائے اسلام بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔جو اپنے ولولہ انگیز خطابات سے مسلمانوں کی رگوں

میں دینی حمیت بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز شعبان المکرّم کے بعد رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں بھی وعظ ونصیحت کی محفلیں کثرت سے سجائی جاتی ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دعوت واصلاح کے لئے آنے والے بہترین موقع کے بہتر استعمال کی طرف توجہ دے دی جائے تو مجھے یقین ہے کہ توقع سے کہیں زیادہ اچھے نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔

بطور مثال سنتے چلئے۔ دس سال قبل میں پہلی بار صوبہ فلوریڈا کے شہر ٹمپا حاضر ہوا تھا۔ میرے احباب نے ایک دینی سنٹر میں میرے ٹھہرنے کا اہتمام کیا۔ دوران قیام ایک دن سید شاہد صاحب نے اپنے صاحبزادے کو میرے پاس دن بھر کے لئے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ وہ میری خدمت کرے گا۔ وہ بچہ میرے قریب بیٹھے بیٹھے اکتاہٹ محسوس کرنے لگا۔ تو میں نے کہا لو یہ ہندوستان کے ایک بہت ہی مشہور ومعروف عالم دین کی تقریر کی کیسٹ ہے۔ اسے ٹیپ ریکارڈر میں لگا کر سنو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ معمول کے مطابق عربی خطبہ، تحت اللفظ میں نعتیہ اشعار اور پھر آہستہ لب ولہجے میں تقریر شروع ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ بچہ نہایت ہی دلچسپی کے ساتھ خطاب سے محظوظ ہو رہا ہے کہ اتنے میں انداز تخاطب تبدیل ہونے لگا اور متذکرہ مقرر صاحب نہایت ہی تیز آواز میں چیخنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ بچہ کی پیشانی پر ناگواری کے اثرات صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔ تو وہ کہنے لگا کہ "Why is he getting mad? یعنی یہ غصہ کس بات پر ہو رہے ہیں؟ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اپنے طور پر کسی طرح اسے سمجھانے کی کوشش کی اور بات ختم ہوگئی۔ تاہم اب غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک استثنائی حالت نہیں ہے۔ بلکہ بچہ کے ردعمل کی صورت میں عوامی احساسات کی بہترین ترجمانی ہے۔

جان کی امان ملے تو عرض کروں کہ ٹھیک اسی طرح، بے ہنگم مثالیں، فریق مخالف کے حوالے سے رکیک جملے اور بازاری لب ولہجے بھی دینی محافل کی تقدس مآبی متاثر ہوتی ہے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ دوران خطاب کبھی کبھی ہنسی سامعین کی توجہ میں اضافہ کا باعث بن سکتی ہے۔

تاہم ماحول اس قدر بگڑ جاتا ہے۔ کہ اچھی سے اچھی سنجیدہ، مفید اور قابل غور باتیں بھی عوامی دلچسپی اپنی جانب مبذول کرانے میں ناکام رہتی ہیں۔ فرصت کے لمحات میسر آئیں تو غور کیجئے گا کہ ہزاروں روپے، شبانہ روز کی جدوجہد اور انتھک محنت سے سجائی گئی دینی محفلوں کے یہ بھیانک نتائج اور افسوسناک انجام کسی مرحلے میں بھی مناسب ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو پھر انعقاد اجلاس کے پروگرام مرتب کرنے سے قبل، مقاصد اجلاس طے کیجئے۔ اور اسے کماحقہ حاصل کرنے کے لئے مہمان خطباء سے لے کر، نعت گوشعراء اور مقامات اجلاس کی تعیین تک، ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے امید ہی نہیں۔ بلکہ یقین کامل ہے۔ کہ نہ صرف آپ کی تگ ودو بار آور ثابت ہوگی۔ بلکہ توشہ آخرت میں بھی بیش بہا راضافہ ہو جائے گا۔ صاحبو! یہ خدشہ بھی اپنی جگہ ہے۔ کہ پرانے خیالات کے احباب سادہ اسلوب بیان کی حوصلہ افزائی نہ کریں اور موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ان کے نزدیک معیار پسندیدگی وہی رہے۔ ایسی صورت حال میں ہمیں چاہیے کہ انہیں اس بات پر قائل کریں کہ وہ بے شک اپنے ذوق طبع کی تسکین کے لئے کوئی گھریلو اور ذاتی محفلیں سجالیں۔ تاہم عوامی تقریبات میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک فائدہ پہنچانے کے لیے سادہ اسلوب بیان کو ترجیح دیں۔ اس طرح دونوں اسالیب کسی نہ کسی طور زندہ بھی رہیں گے۔ اور کاروان دعوت اصلاح پورے جوش وولولے کے ساتھ آگے بڑھتا رہے گا۔

محترم المقام جناب بریگیڈیئر **محمد طارق صدیقی صاحب**

کو مرشد کریم کا مختصر اجمالی تعارف شائع کرنے پر

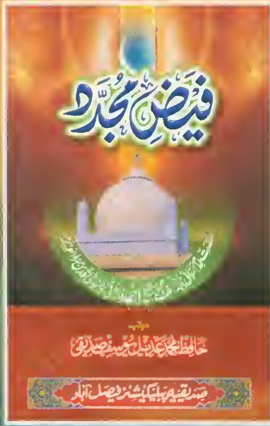
مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

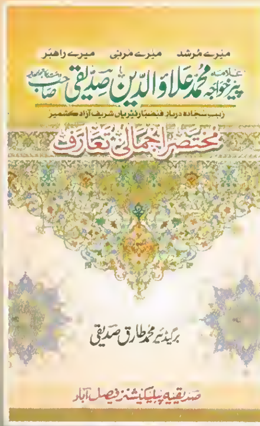
خدام محی الدین ٹرسٹ انٹر نیشنل فیصل آباد

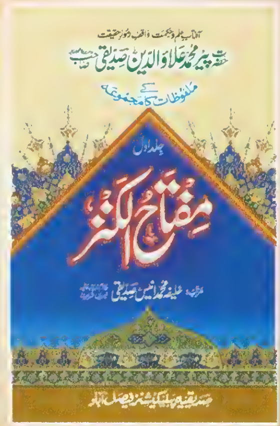
ارمغانِ عقیدت

از: مولانا قمر یزدانی: پنوانہ (سیالکوٹ)

بندہ رب العلیٰ خواجہ محی الدین ہیں
عاشق خیر الوریٰ خواجہ محی الدین ہیں
جانِ تسلیم ورضا خواجہ محی الدین ہیں
نازش اہل ولا خواجہ محی الدین ہیں
مقتدائے اصفیاء خواجہ محی الدین ہیں
پیشوائے اولیاء خواجہ محی الدین ہیں
پرتوِ غوث الوریٰ خواجہ محی الدین ہیں
سالکِ راہ صفا خواجہ محی الدین ہیں
سر گروہ اتقیاء خواجہ محی الدین ہیں
افتخار اصفیاء خواجہ محی الدین ہیں
جن کا کردار مقدس آپ ہے اپنی مثال
دینِ حق کے راہ نما خواجہ محی الدین ہیں
مرقدِ انور ہے جن کی مرجع اہل نظر
خوگرِ فیض و عطا خواجہ محی الدین ہیں
نیریاں کا ذرہ ذرہ ہے مثال ماہتاب
آفتاب حق نما خواجہ محی الدین ہیں
جس سے تابندہ حریمِ نقشبندیت ہوئی
وہ ہی شمع اتقاء خواجہ محی الدین ہیں
جن کے در کا ایک ادنیٰ سا بھکاری ہے قمر
ہاں وہ قلب الا ولیاء خواجہ محی الدین ہیں
گمرہانِ حق بھی جن سے ہو گئے منزل شناس
ناشرِ دینِ ہدیٰ خواجہ محی الدین ہیں س



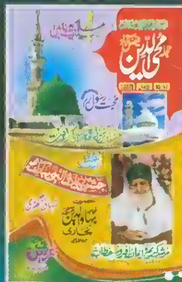


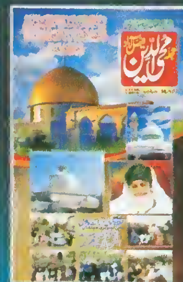


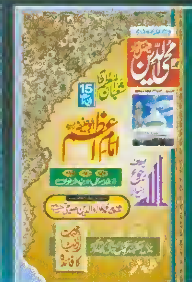
نورِ قرآن و حدیث سے منور ہونے کیلئے، تصوف کے اسرار و رموز سے آشنائی کیلئے
سیرت کی تعمیر، قلوب کی تطہیر، اعمال کی درستگی، عقائد کی پختگی کیلئے
مرشدِ کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
کے علمی و روحانی خطبات سے اکتساب فیض کیلئے

مجلہ محی الدین فیصل آباد کا خود بھی مطالعہ فرمائیں
اور دوسروں کو تحفہ بھی دیں









برائے رابطہ

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

0321-7611417